دعاء افتتاح میں ''ثناء'' پڑھنا مسنون ہے ★ قیام میں دونوں پیروں کے درمیان کتنا فاصلہ ہونا چاہیئے؟

ابوعبیدہؒ (المتوفی ۸۰ ہجری) کا اپنے والد عبداللہ ابن مسعود (رضی اللہ تعالی عنہ) سے سماع ثابت ہے۔

ALIJMA

FOUNDATION

ناشر: الاجماع فاؤنڈیشن

قیام میں دو پیروں کے درمیان کا کتنا فاصلہ ہونا چاہیے ؟

مؤلف: حضرت مفتی شعیب اللہ خان صاحب دامت برکاتہم

حاشیہ: مولانا نذیر الدین قاسمی

اہل حدیث حضرات ، نماز باجماعت میں ایک دوسرے سے پاؤں ملا کر کھڑے ہونا ضروری سمجھتے ہیں ، جس کی وجہ وہ حضرات یہ بیان کرتے ہیں کہ حدیث میں ہے کہ حضرت نعمان بن بشیرؓ نے فرمایا: میں نے دیکھا (رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں) کہ ہم میں سے آدمی اپنے ساتھی کے ٹخنے سے ٹخنہ ملاتا تھا ، اور حضرت انسؓ کی روایت میں ہے کہ ہمارا ایک ساتھی دوسرے ساتھی کے کاندھے سے کاندھا اور قدم سے قدم ملاتا تھا۔ **(بخاری: ۱/ ۱۰۰)**

مؤلفِ ''حدیث نماز'' بھی ان حدیثوں کو بیان کرکے احناف کو بھی اس پر عمل کی دعوت دے رہے ہیں ، کہ تم اگر اہل سنت ہو تو اس پر عمل کرو؛ کیونکہ یہ بھی سنت ہے۔ **(دیکھئے حدیثِ نماز: ۵۳ - ۵۴)**

اس موقعہ پر بھی مؤلفِ **''حدیث نماز''** نے اپنی عادت کے مطابق بڑی ہی مبالغہ آرائیاں کی ہیں ، ہم پہلے احناف کا بلکہ تمام ہی ائمہ کا مذہب اور حدیثوں کا صحیح مطلب علماء کے کلام سے پیش کرتے ہیں۔

تسویہ ٔصف اور جمہور کا مذہب:

اس میں کوئی اختلاف کسی کو بھی نہیں کہ صفوں کے درمیان برابری اہم کام ہے ، امام شافعیؒ ، امام ابو حنیفہؒ ، اور امام مالکؒ صفوف کی برابری کو سنت قرار دیتے ہیں اور بعض حضرات فرض وواجب ہونے کے بھی قائل ہیں۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ '' علّامہ ابن عبد البرؒ نے ''الاستذکار'' میں فرمایا کہ تسویہ ٔ صفوف کے بارے میں آثارِ متواترہ وارد ہوئے ہیں ، جن میں نبی کریم ﷺ سے تسویہ ٔ صفوف کا امر منقول ہے ، اور اس پر خلفائے راشدین کا عمل بھی ہے ، نیز اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ **(اوجز المسالک: ۳/ ۲۹۵)**

پاؤں سے پاؤں ملانے کا معنیٰ:

لیکن سوال یہ ہے کہ صفوں میں برابری کا مطلب کیا ہے، مؤلفِ ''حدیث نماز'' اور دیگر غیر مقلدین اس کا مطلب یہ لیتے ہیں کہ ہر آدمی اپنا پاؤں دوسرے کے پاؤں سے ملائے، اور اس پر حضرت نعمان بن بشیرؓ کی حدیث جو اوپر نقل کی گئی، اس سے استدلال کرتے ہیں، حالانکہ اس کا یہ مطلب کسی نے نہیں لیا، اس لیے حضرت مولانا انور شاہ صاحب کشمیریؒ نے فرمایا کہ یہ غیر مقلدین کے مختارات میں سے ہے جس کا سلف میں نام ونشان نہیں۔ **(فیض الباری: ۲/۲۳۷)**

اور مؤلفِ ''حدیث نماز'' نے ترقی کر کے یہ بھی فرمادیا کہ حنفی مذہب کی کتابوں میں ہم اہل حدیثوں کی طرح آپ کو بھی یہی حکم ہے کہ مل کر کھڑے رہو، اور درمیان میں جگہ نہ چھوڑو الخ۔ **(حدیثِ نماز: ۵۳)**

ہم کہتے ہیں کہ اس میں تو شک نہیں کہ ہماری کتابوں میں مل کر کھڑے ہونے اور درمیان میں جگہ نہ چھوڑنے کا حکم ہے، مگر مل کر کھڑے ہونے کا یہ مفہوم جو غیر مقلدین نے لیا ہے کہ پاؤں سے پاؤں ملانا چاہیے یہ کہاں سے اخذ کر لیا؟ کتب احناف میں اس کا ذکر نہیں ہے بلکہ تسویۂ صفوف میں اتصال کا حکم ہے۔

اس لئے آیئے، دیکھیں کہ علماء نے ان احادیث کا کیا مطلب بیان کیا ہے؛ کیونکہ حدیث کا وہی مطلب معتبر ہو گا جو شراحِ حدیث نے بیان کیا ہے:

(۱) حدیث کے مشہور شارح علامہ ابن حجر عسقلانیؒ، حضرت نعمانؓ کی اسی حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ:

''المراد بذلک المبالغة فی تعدیل الصف و سد خلله''

اس سے مراد صف کی برابری میں اور درمیانِ صف میں جگہ بند کرنے میں مبالغہ بیان کرنا ہے۔

(فتح الباری: ۲/۲۱۱)

(۲) علامہ قسطلانی شافعیؒ **(م ۹۲۳ھ)** نے نعمان بن بشیرؓ کی مذکورہ حدیث کا مطلب ان الفاظ سے بیان کیا ہے:

"المراد بذلک المبالغة فی تعدیل الصف و سد خلله"

یعنی الزاقِ **منکب** و قدم سے مراد، تعدیل صف میں مبالغہ اور خلل کو بند کرنا ہے۔

(ارشاد الساری شرحِ بخاری: ۷۶/۲)

(۳) شارح بخاری علامہ بدر الدین العینیؒ **(م ۸۵۵ھ)** اس کی شرح میں ارشاد فرماتے ہیں:

"أشار بهذا إلى المبالغة فی تعدیل الصفوف و سد الخلل فيه"

یعنی الزاقِ **منکب** و قدم سے تعدیل صفوف اور درمیانی جگہوں کو بند کرنے میں مبالغہ کی جانب اشارہ ہے۔

(عمدۃ القاری شرح بخاری: ۳۶۰/۴)

(۴) محدث شہیر علامہ انور شاہ کشمیریؒ **(م ۱۳۵۳ھ)** نے فرمایا کہ حافظ ابن حجرؒ نے کہا کہ مراد اس سے تعدیل صف میں مبالغہ ہے اور خلل کو بند کرنا ہے، یہی فقہاء اربعہ کے یہاں اس کا مطلب ہے کہ درمیان میں جگہ نہ چھوڑی جائے کہ جس میں تیسرا داخل ہو سکے، نیز فرمایا کہ: صحابہ اور تابعین کے تعامل سے ہم نے سمجھا کہ 'اِلزاقِ منکب" (یعنی کندھے ملانے سے) صحابہ کی مراد صرف آپس میں ملنا اور جگہ نہ چھوڑنا ہے۔ **(فیض الباری: ۲۳۶/۲)**

(۵) شارح ترمذی علامہ یوسف بنوریؒ فرماتے ہیں:

"والحاصل أن المراد هو التسوية والإعتدال لكيلا يتأخر أو يتقدم فالمحاذاة بين المناكب وإلزاق الكعاب كنايةً عن التسوية"

یعنی حاصل یہ کہ مراد تسویہ اور اعتدال ہے، تاکہ کوئی موخر اور مقدم نہ ہو، پس کاندھوں کے درمیان برابری اور ٹخنوں کا ملانا یہ تسویۂ صفوف سے کنایہ ہے۔ **(معارف السنن: ۲۹۸/۲)**

(۶) حضرت مفتی مہدی حسن صاحبؒ **"قلائد الأزهار شرح كتاب الآثار"** میں فرماتے ہیں:

"بس الزاقِ منکب بالمنکب اور الزاق کعب بکعب ور کبہ بر کبہ وقدم بقدم اور محاذاتِ اعناق ومحاذاتِ مناکب"

یہ تمام کی تمام ایک ہی معبر ومعنون کی تعبیرات ہیں اور وہ اعتدال وتسویہ اور مقاربہ اور آپس میں محاذات اور اتصال ہے جیسا کہ مخفی نہیں ہے، اور الزاقِ حقیقی کے معنی مراد نہیں ہیں اور کیسے مراد لے سکتے ہیں جبکہ گھٹنے سے گھٹنے کا ملانا متحقق ہی نہیں ہو سکتا، جیسا کہ مشاہدہ ہے، پس مراد محض محاذات ہے اور اور اس کا سوائے اس کے جس کو بصیرت نہ ہو انکار نہیں کر سکتا۔ **(قلائد الازہار: ۲/۶۷)**

شراح حدیث کی ان تشریحات سے واضح ہوا کہ قدم سے قدم یا کاندھے سے کاندھا ملانے سے مقصود صرف صفوں کی درستی وبرابری میں مبالغہ بیان کرنا ہے، اور اس کا حقیقی معنے مراد نہیں۔

الزاقِ کعب کے حقیقی معنٰی مراد نہیں:

اور اس کی دلیل یہ ہے کہ:

(۱) حضرت نعمان بن بشیرؓ کی ایک روایت میں "ٹخنے سے ٹخنہ" ملانے کا ذکر ہے، اور دوسری میں بجائے ٹخنہ کے "پیر سے پیر" ملانے کا ذکر ہے، اور اس کے ساتھ ہی "کاندھے سے کاندھا" ملانے کا بھی ذکر ہے۔

اور ظاہر ہے کہ ان دونوں باتوں کو جمع کرنا مشکل ہے کہ ٹخنے بھی ایک دوسرے سے ملیں اور کاندھے بھی، اسی لئے ٹخنے ملانے کی روایت پر اہل حدیث نہ عمل کرتے ہیں اور نہ عمل کر سکتے ہیں، البتہ پیر سے پیر ملانے کی روایت پر عمل کرتے ہیں، شاید یہ تاویل کرتے ہوں کہ ٹخنے ملانے سے مراد پیر ملانا ہی ہے مگر اسکے بجائے ان کو یہ تاویل کرنا چاہیے کہ اصل تو ٹخنے ملانا ہے اس کو قدم سے بھی تعبیر کر دیا گیا ہے۔

لہذا ٹخنے سے ٹخنے ملا کر کھڑا ہونا چاہیے، تا کہ دونوں روایات پر عمل ہو، مگر ٹخنے ملانے کا تو ذکر بھی نہیں کرتے، عمل تو بعد کی بات ہے۔

اسی طرح حضرت انسؓ کی روایت میں کاندھے ملانے کا بھی ذکر ہے، مگر اس کا اہل حدیث لوگ کوئی تذکرہ بھی نہیں کرتے، محض قدم ملانے کا ذکر کیا جاتا ہے۔ آخر کیوں؟ اس کی وجہ یہی ہے کہ دونوں باتوں پر عمل مشکل ہے، اس سے معلوم ہوا کہ مراد اس کا حقیقی معنیٰ نہیں ہے، بلکہ صرف مبالغہ ہے۔

(۲) اس کے حقیقی معنیٰ مراد نہ ہونے پر "ابوداؤد" کی ایک حدیث اشارہ کرتی ہے، اس میں حضرت نعمان بن بشیرؓ ہی کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:

"فرأيت الرجل يلزق منكبه بمنكب صاحبه وركبته بركبة صاحبه وكعبه بكعبه"

یعنی میں نے دیکھا کہ آدمی اپنے کندھے کو اپنے ساتھی کے کندھے سے اور اپنے گھٹنے کو اپنے ساتھی کے گھٹنے سے اور اپنے ٹخنے کو (اپنے ساتھی کے) ٹخنے سے ملاتا تھا۔ **(ابوداؤد: ۱/۹۷، سنن بیہقی: ۳/۱۴۳)**

امام ابن الملقنؒ **(م ۸۰۴ھ)** نے **"خلاصہ البدر المنیر"** میں ابن خزیمہ وابن حبان سے، امام ابن حجرؒ **(م ۸۵۲ھ)** نے "فتح الباری" میں، اور زرقانیؒ نے "شرح موطا" میں اس حدیث کی ابن خزیمہؒ سے تصحیح نقل کی ہے۔

(خلاصۃ البدر المنیر: ۱/۲۸، فتح الباری: ۲/۲۱۱، زرقانی علی الموطا: ۱/۴۵۲)

اس حدیث میں کندھوں اور ٹخنوں کے ساتھ گھٹنوں کا بھی ذکر ہے، حالانکہ اس کو ملانے کا کوئی بھی قائل نہیں، کیا اہل حدیث لوگ اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے کبھی گھٹنوں سے گھٹنے ملاتے ہیں؟

علامہ انور شاہ کشمیریؒ **(م ۱۳۵۳ھ)** نے فرمایا کہ خود غور کرو کہ کیا پیروں سے پیر ملانے کے ساتھ ساتھ کاندھے سے کاندھا ملانا بغیر مشقت کے ممکن بھی ہے؟ بلکہ کوشش کے بعد بھی ممکن نہیں ہے۔ **(فیض الباری: ۲/۲۳۷)**

غرض یہ کہ حضرت نعمان بن بشیرؓ اور حضرت انسؓ کا مطلب اس سے یہ ہرگز نہیں کہ حقیقۃً پاؤں سے پاؤں اور کندھوں سے کندھا ملاتے تھے، بلکہ بتلانا مقصود ہے کہ درمیان میں حتی الامکان جگہ نہ چھوڑتے تھے اور سب کے سب مل کر ایسا کھڑے ہوتے کہ اگر تیر بھی پھینکا جائے تو دوسرے کونے میں کسی کو لگے بغیر پہنچ جاتا تھا؛ کیونکہ کوئی مقدم اور کوئی مؤخر

نہ ہوتا تھا، اگر اس کو حقیقت پر محمول کیا جائے تو ظاہر ہے کہ بلامشقتِ شدید اس پر عمل کرنا ممکن نہیں اور تکلف و تصنع کے بغیر اس کو اپنانا خارج از امکان ہے؛

کیونکہ ایک طرف تو کندھوں کو ملانا اور پھر اس کے ساتھ ہی پیروں سے پیر اور ٹخنوں سے ٹخنے اور مزید گھٹنوں سے گھٹنے ملانا بڑا مشکل ہے، اسی لیے یہ حضرات اہلِ حدیث کندھوں والی بات کی طرف توجہ اور التفات ہی نہیں کرتے، اور نہ ٹخنوں و گھٹنوں والی بات کی طرف توجہ دیتے ہیں، صرف قدم ملانے کی طرف متوجہ اور اسی پر مصر ہیں۔

(۳) حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ:

"راصوا صفوفكم وقاربوا بينها وحاذوا بالأعناق"

صفوف کو ملاؤ اور صفوف کو قریب قریب قائم کرو اور گردنوں کو برابر کرو۔ (کہ کوئی اوپر کوئی نیچے نہ ہو) **(نسائی شریف: ۱/۹۳، سنن بیہقی ۳/۱۴۲)**[13]

اس روایت میں گردنوں کو بھی برابر کرنے کا حکم خود رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا ہے، تو کیا اس پر عمل ممکن بھی ہے کہ بڑی گردن والا اور چھوٹی گردن والا دونوں برابر ہو کر کھڑے ہو جائیں؟ معلوم ہوا کہ یہ محض تسویۂ صفوف اور اعتدالِ قائمین سے کنایہ ہے کہ سب برابر برابر کھڑے ہوں، کوئی آگے پیچھے نہ ہو، کوئی اونچ نیچ نہ ہو، تاکہ صفوفِ ملائکہ سے مکمل مشابہت ہو جائے، اور اسی کا مختلف احادیث میں حکم دیا گیا ہے مثلاً:

حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ:

---

[13] اس حدیث کو حافظ ضیاء الدین مقدسیؒ (م ۶۴۳ھ)، حافظ عبد الرووف المناویؒ (م ۱۰۳۱ھ)، امام، حافظ، محدث اور فقیہ علی بن احمد العزیزیؒ (م ۱۰۷۰ھ) وغیرہ نے صحیح کہا ہے۔ **(الاحاديث المختارة للمقدسی: ج۷: ص۴۱-۴۲، التيسير بشرح الجامع الصغير للمناوی: ج۲: ص۲۵، السراج المنير شرح الجامع الصغير في حديث البشير النذير: ج۳: ص۱۷۶)**، شیخ الالبانیؒ، سلفی شیخ **محمد بن علي الإثيوبي الوَلَّوِي** وغیرہ نے بھی اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ **(سنن نسائی بتحقیق الالبانی: حدیث نمبر ۸۱۵، ذخيرة العقبى في شرح المجتبى: ج ۱۰: ص ۲۵۸)**

"كان رسول الله ﷺ يمسح عواتقنا ويقول: استووا ولا تختلفوا"

رسول اللہ ﷺ نماز میں ہمارے کندھوں کو چھوتے اور فرماتے کہ برابر کھڑے ہو، اور اختلاف نہ کرو۔ **(مسلم:۱/۱۸۱، نسائی:۱/۹۳)**

اور حضرت براء بن عازبؓ سے مروی ہے کہ:

"كان رسول الله ﷺ يتخلل الصفوف من ناحية إلى ناحية، يمسح مناكبنا وصدورنا، ويقول: لا تختلفوا فتختلف قلوبكم"

رسول اللہ ﷺ صفوں کے درمیان ادھر سے ادھر جاتے اور ہمارے سینوں اور کندھوں کو چھوتے (یعنی برابر کرتے تھے) اور فرماتے اختلاف نہ کرو، کہ کہیں تمہارے دلوں میں اختلاف آجائے۔ **(نسائی:۱/۹۳)**[14]

ایک دوسری روایت میں حضرت نعمانؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہماری صفوں کو اس طرح سیدھا فرماتے گویا کہ آپ تیر (کا نشانہ) برابر کر رہے ہوں۔ **(مسلم:۱/۱۸۲، سنن بیہقی:۳/۱۴۳)**

ان تمام روایات کو سامنے رکھنے سے معلوم ہوگا کہ مقصود صفوف کی درستی ہے، جس کو مختلف تعبیرات سے بیان کیا گیا ہے اور یہ سب بغرض تسویہ اور مبالغہ فی الاعتدال بیان فرمایا گیا ہے، اور صرف پیر ہی ملانا کوئی مقصود ہوتا تو نبی کریم ﷺ **"حاذوا بالاعناق"** کی طرح اس کو بھی بیان فرماتے، نیز آپ جب کاندھوں اور سینوں کو چھوتے ہوئے ان کو برابر فرما رہے تھے تو پیروں کو بھی ضرور ملاتے ہوئے اور یہ فرماتے ہوئے جاتے کہ ان کو ملاؤ۔ **وإذ ليس فليس۔**

---

[14] یہ حدیث صحیح ہے۔ شیخ البانیؒ، سلفی شیخ **محمد بن علي الإثيوبي الوَلّوِي** وغیرہ نے بھی اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ **(سنن نسائی بتحقیق الالبانی: حدیث نمبر ۸۱۱، ذخيرة العقبى في شرح المجتبى: ج ۱۰: ص ۲۴۱)**

حاصل یہ کہ مقصود ان تمام اصحاب کا تسویۂ صفوف کو بیان کرنا ہے، پیر کو ملانا یا کندھوں کو ملانا بیان کرنا مقصود نہیں ہے، اور یہ تعبیرات ہیں جو مبالغہ بیان کرنے کے لیے استعمال کی گئی ہیں۔ **ھذا ما عندنا و العلم عند اللہ العلام۔**

دو پیروں کے درمیان کا فاصلہ

جب نماز میں کھڑے ہوں تو علماء حنفیہ نے لکھا ہے کہ دو پیروں کے درمیان چار انگل کا فاصلہ ہونا مستحب ہے، اس پر تنقید کرتے ہوئے مؤلف "حدیثِ نماز" نے لکھا ہے کہ:

" بعض کتابوں میں جو یہ لکھا ہے کہ صف میں کھڑے ہو کر اپنے دونوں پاؤں کے درمیان صرف چار انگل کی جگہ رکھے، تو یہ بات عقل و نقل کے بالکل خلاف ہے، اور یہ بات نہ اللہ ورسول کی فرمودہ اور نہ صحابۂ کرام کی اختیار کردہ، اور نہ کسی امام کی بیان کردہ، بلکہ اس قدر بے اعتناء ہے کہ اس کی سند اور دلیل روئے زمین پر کہیں موجود نہیں ہے"۔ **(حدیثِ نماز: ص ۵۶)**

راقم عفا اللہ عنہ کہتا ہے کہ مؤلفِ "حدیثِ نماز" کا یہ دعویٰ کہ یہ عقل و نقل کے خلاف ہے، مبنی علی الجہالۃ، بے بنیاد اور خلافِ تحقیق بات ہے، نیز حقائق سے عدمِ واقفیت اور ظاہر پرستی کا تباہ کن نتیجہ ہے، اس لئے ہم یہاں پر بعون اللہ تعالیٰ ناظرین کے سامنے چند سطور لکھ کر مسئلہ کی اصل نوعیت کو واشگاف کریں گے۔

چار انگل سے تحدید مراد نہیں :

سب سے پہلے یہ بات ملحوظ رکھنا چاہیے کہ احناف کے یہاں دونوں قدم کے درمیان چار انگل کا فاصلہ جو بیان کیا گیا ہے اس سے تحدید مراد نہیں ہے، خود احناف کی کتابوں میں اس تصریح موجود ہے، علامہ بنّوریؒ نے لکھا کہ:

" حق یہ ہے کہ قدمین کے درمیان فصل میں کوئی تحدید نہیں ہے"۔ **(معارف السنن: ۲/۲۹۸)**

اسکے علاوہ احناف کا عمل خواہ علماء کا ہو یا غیر علماء کا، یہ بتلاتا ہے کہ مراد تحدید نہیں، کوئی بھی اس تحدید کو حقیقت پر محمول نہیں کرتا، رہے بعض جہلاء ان کا تو کوئی اعتبار نہیں اور نہ ہی ان سے مذہبِ احناف پر کوئی حرف آسکتا ہے۔

اب رہا یہ کہ کتابوں میں اس کی قید کیوں لگائی گئی؟ تو اصل بات یہ ہے کہ آدمی کو بے تکلف کھڑے ہونے میں کم وبیش چار انگل کا فاصل کافی ہوتا ہے، اور اگر کسی کو بے تکلف کھڑے ہونے کے لئے اس سے زیادہ فاصلہ کا تقاضا ہو تو اس کی بلا کسی کراہت کے اجازت ہے،

تو اصل یہ ہے کہ آدمی بے تکلف اور بلا تصنع کھڑا ہو سکے، اور چونکہ معمولی ڈیل ڈول والوں کے لئے عموماً چار انگل کا فاصلہ کافی ہوتا ہے، اسی لئے اس کو ذکر کیا گیا ہے، ورنہ اس سے تحدید مراد نہیں ہے، اور اس کے بیان کی ضرورت اس لئے ہوتی ہے کہ بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جو کہ کم علمی کی بناء پر ایسے معاملات میں متردد و پریشان رہتے ہیں، تو ان جیسے لوگوں کی سہولت کی غرض سے ایسے احکام لکھ دیے جاتے ہیں جن کا ماخذ قرآن وحدیث ہی ہوتا ہے۔

جب یہ معلوم ہو گیا کہ چار انگل کی تحدید نہیں ہے، بلکہ کم وبیش اتنی مقدار مراد ہے، تو یہ بات واضح ہو گئی کہ مؤلفِ "حدیثِ نماز" اس حقیقت کو نہیں سمجھ سکے جس کو ہم نے اوپر حقائق سے عدمِ واقفیت اور ظاہر پرستی سے تعبیر کیا تھا، اس تحدید کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے حدیث میں جناب رسول اللہ ﷺ نے استنجاء میں تین ڈھیلے لینے کا حکم فرمایا۔

اس سے فرقہ ظاہریہ نے یہ سمجھا کہ تین کا عدد خاص طور سے مراد ہے، اور احناف نے اس کی حقیقت اور اصلیت کو پہچان کر کہا کہ مراد تحدید نہیں بلکہ مراد استنزاہ وصفائی ہے، خواہ وہ دو ڈھیلوں سے حاصل ہو جائے یا تین سے، یا اس سے زائد سے، مگر چونکہ عموماً تین عدد ڈھیلوں سے حاجت پوری ہو جاتی ہے، اس لیے حدیث میں تین کا ذکر فرما دیا۔

اسی طرح یہاں فقہاء کے کلام میں چار انگل سے تحدید مراد نہیں، بلکہ انسان کی ہیئت طبعی کا اندازہ لگا کر بتایا گیا ہے کہ دو پیروں کے درمیان چار انگل کا فاصل ہونا چاہیے، اور اس ہیئتِ طبعی وحالتِ وضعی کو خشوع وخضوع میں دخل ہے؛ کیونکہ اس کے خلاف میں تکلف اور تصنع ہے جو کہ خشوع میں خلل ڈالتا ہے۔

اور اتنی بات احادیث سے ثابت ہے کہ قیام میں حالتِ وضع کو باقی رکھنا چاہیے، چنانچہ:

(۱) حضرت عبد اللہ بن الزبیرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا:

" صَفُّ الْقَدَمَيْنِ وَوَضْعُ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى مِنَ السُّنَّةِ "۔

یعنی پیروں کو ملا کر رکھنا اور دائیں ہاتھ کو (نماز میں) بائیں پر رکھنا سنت ہے۔ **(ابو داوٗد: ۱/ ۱۱۰)**[15]

(۲) حضرت ابن مسعودؓ کے صاحبزادے حضرت ابو عبیدہ تابعیؒ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی کو حضرت عبد اللہ نے نماز میں دونوں پیروں کو ملائے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ:

"خَالَفَ السُّنَّةَ وَلَوْ رَاوَحَ بينهما كان أفضل"

اس نے سنت کی مخالفت کی، اگر یہ مراوحہ کرتا تو افضل تھا کہ دونوں کو ملا کر نہ کھڑا ہوتا اور آرام سے بلا تکلف کھڑا ہوتا، دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ اگر مراوحہ کرتا تو مجھے زیادہ اچھا معلوم ہوتا۔ **(نسائی شریف: ۱/ ۱۰۳)**[16]

---

[15] اس روایت کے تمام رواۃ ثقہ یا صدوق ہیں، امام نوویؒ (م ۶۷۶؁ھ) اس سند کو حسن اور امام ابن الملقنؒ (م ۸۰۴؁ھ) اس سند کو جید کہتے ہیں۔ **(خلاصۃ الاحکام للنووی: ج۱: ص۳۵۷، البدر المنیر لابن الملقن: ج۳: ص۵۱۲)** شیخ البانیؒ نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیتے ہوئے کہا کہ **"هذا إسناد ضعيف أيضا, زرعة هذا لم يرو عنه إلا اثنان: العلاء هذا أحدهما, ولم يوثقه غير ابن حبان والعلاء بن صالح ثقة في حفظه ضعف"۔ (ارواء الغلیل: ج۲: ص۷۴)**، لیکن دوسرے سلفی علماء نے مثلاً شیخ زبیر علی زئی نے کہا کہ اس کی سند حسن ہے اور زرعہ الکوفی سے ۲ ثقہ راویوں نے روایت کی ہے، اور ان کو ابن حبانؒ، ذہبیؒ اور ضیاء الدین مقدسیؒ نے ثقہ قرار دیا ہے۔ **(سنن ابی داود: تحقیق زبیر علی زئی: حدیث نمبر ۷۵۴)** اسی طرح ایک اور سلفی شیخ **محمد بن علي الإثيوبي الوَلَّوِي** نے بھی کہا: کہ **" رجال هذا الإسناد ثقات، وزرعة، وإن قال في التقريب: مقبول، لكنه وثقه ابن حبان، وقال الذهبي في "الكاشف": ثقة. فالظاهر أن الحديث صحيح، وإن ضعفه بعضهم. والله تعالى أعلم"۔ (ذخيرة العقبى في شرح المجتبى: ج ۱۱: ص ۳۲۵)** اور **العلاء بن صالح** کی جمہور ائمہ کی توثیق کی ہے۔ لہذا یہ حدیث حسن ہے۔

[16] اس روایت کے بھی تمام رواۃ ثقہ یا صدوق ہیں، جیسا کہ سلفی شیخ **محمد بن علي الإثيوبي الوَلَّوِي** نے ثابت کیا ہے۔ **(ذخيرة العقبى في شرح المجتبى: ج ۱۱: ص ۳۲۰)** مگر شیخ اِثیوبی نے کہا کہ اس کی سند منقطع ہے، کیونکہ ابو عبیدہ کا سماع ان کے والد سے ثابت نہیں ہے،

یہ دونوں روایتیں اگرچہ موقوف ہیں، مگر دونوں ہی بحکمِ مرفوع ہیں؛ کیونکہ صحابی کا لفظ سنت کہنا مرفوع ہونے کی دلیل ہوتا ہے، چنانچہ علامہ نوویؒ لکھتے ہیں:

”وأما إذا قال الصحابی: أمرنا بكذا أو نهينا عن كذا أو من السنة كذا، فكله مرفوع على المذهب الصحيح الذى قاله الجمهور من أصحاب الفنون“۔

یعنی جب صحابی یوں کہے کہ ہم کو اس کا حکم دیا گیا، یا اس سے روکا گیا، یا سنت میں سے یہ ہے، تو یہ سب کا سب، صحیح مذہب کے اعتبار سے مرفوع ہے جس کے جمہور اہلِ فن قائل ہیں۔ **(مقدمہ شرح مسلم: ج۱ : ص۱۷)**

اور حافظ ابن حجرؒ نے بھی ” **شرح النخبة: ۸۳**“ میں اس کی تصریح فرمائی ہے۔

اور حضرت ابن مسعودؓ کی روایت میں ان سے روایت کرنے والے حضرت ابو عبیدہؒ ہیں، ان کے بارے میں محدثین نے کہا ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ سے ان کا سماع ثابت نہیں، چنانچہ امام ترمذیؒ نے ” **باب ماجاء فى الرجل تفوته الصلوات بأيتهن يبدأ**“ اور **”باب ماجاء فى مقدار القعود فى الركعتين الأوليين“** میں فرمایا: **”إن أبا عبيدة لم يسمع من أبيه“** اسی طرح امام طحاویؒ نے بھی **”وضو بالنبيذ“** کے مسئلہ میں اس کی صراحت کی ہے۔

(سنن ترمذی: ۱/۴۳ و ۱/۸۵) (شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱/۷۵)

مگر حقیقت یہ ہے کہ ان کا سماع ” طبرانی“ کی ایک روایت سے صراحت کے ساتھ ثابت ہے، جس میں انہوں **”سَمِعَ“** کے لفظ سے اپنے والد سے سننا بیان کیا ہے، علامہ بدر الدین العینیؒ نے ” **عمدة القاری شرح بخاری**“ میں ان لوگوں کا رد کرتے ہوئے جو ابو عبیدہ کے اپنے والد سے سماع نہ ہونے کے قائل ہیں، لکھا ہے کہ: **یہ قول مردود ہے،**

لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان کا سماع ابن مسعودؓ سے ثابت ہے، البتہ بعض ائمہ نے **”ابو عبيدة عن ابن مسعود“** کی سند کو منقطع تسلیم کیا، مگر اس سند سے مروی حدیث کو جید و مضبوط قرار دیا ہے، جس کی تفصیل **ص:۴۶** پر موجود ہے۔ لہذا اس اعتراض سے حدیث کو نقصان نہیں، یہی وجہ ہے کہ امام نسائیؒ **(م ۳۰۳ھ)** نے بھی کہا کہ: **”أبو عبيدة لم يسمع من أبيه و الحديث جيد“** ابو عبیدہ کا ان کے والد سے سماع نہیں، (لیکن) حدیث مضبوط ہے۔ **(السنن الکبری للنسائی: ج۱: ص ۴۶۴)**

پھر "معجم اوسط طبرانی" کی روایت اور "مستدرک حاکم" کی روایت کے حوالے سے سماع ثابت کیا ہے، نیز آگے چل کر فرمایا کہ سماع نہ ہونے کی کوئی وجہ بھی نہیں؛ کیونکہ حضرت عبد اللہؓ کی وفات کے وقت ان کی عمر سات برس کی تھی، اور سات برس کا بچہ جب غیروں واجنبیوں سے سماع کر سکتا ہے تو خود اپنے باپ سے کیوں نہیں کر سکتا؟۔

(عمدۃ القاری: ۴۲۹/۲ – ۴۳۰)

لہذا حضرت ابن مسعودؓ سے ان کا سماع محقق ہے، اور یہ حدیث منقطع نہیں بلکہ متصل ہے۔[17]

غور کیجئے کہ ان روایات میں سے ایک میں **"صف القدم"** یعنی پیروں کے ملانے کو سنت کہا گیا ہے، اور دوسری روایت میں **"صف القدم"** ہی کو خلافِ سنت بتلایا گیا ہے، اور دونوں میں اگرچہ لفظاً تعارض معلوم ہوتا ہے مگر حقیقتاً کوئی تعارض نہیں ہے؛ کیونکہ پہلی روایت میں صفِ قدم سے مراد زیادہ کشادہ کرنے کی نفی ہے اور دوسری روایت میں صفِ قدم سے مراد زیادہ ملانے کی نفی ہے، اور دوسری روایت میں "**خَالَفَ السُّنَّةَ وَلَوْ رَاوحَ بينهما كان أفضل**" کے الفاظ اس مراد پر صریح دلالت کر رہے ہیں؛ کیونکہ زیادہ ملانے میں بھی راحت نہیں بلکہ کلفت ہے اور زیادہ کشادہ کرنے میں بھی کلفت ومشقت ہے، تو مطلب دونوں روایات کا یہ ہے کہ اعتدال کے ساتھ جو صورت بلا تکلف و تصنع حاصل ہوتی ہے، اس پر قائم رہنا سنت ہے جو کہ مراوحہ ہے۔

مراوحہ کی تفسیر:

مراوحہ کے معنیٰ اہل لغت نے یہ لکھے ہیں کہ: "کبھی اس قدم پر کھڑے ہونا اور کبھی دوسرے پر کھڑے ہونا"۔
(لسان العرب: ۴۵۵/۲، القاموس المحیط: ۲۸۲/۱)

اور علامہ کشمیریؒ نے اس کے معنیٰ **"تفریج بین القدمین"** (دو قدموں کے درمیان فاصلہ رکھنا) بیان کئے ہیں۔
(فیض الباری: ۲۳۷/۲)

---

[17] دیکھئے ص:۴۶۔

راقم کہتا ہے کہ **"روِح: بکسر العین"** کے معنیٰ کشادہ ہونے کے ہیں، اس سے " مراوحہ " بمعنیٰ کشادہ کرنا ہے اور اس کی تائید سیاقِ کلام سے بھی ہوتی ہے، چونکہ "صف بمعنیٰ ضم" کے مقابلہ میں مراوحہ بولنا اس کے بمعنیٰ " تفریج" ہونے کی تائید کرتا ہے۔ واللہ اعلم

نیز " مصنف عبد الرزاق" میں حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کا بھی یہی طریقہ بتایا گیا ہے، چنانچہ حضرت ابن جریج کہتے ہیں کہ مجھے حضرت نافع نے بتایا کہ:

"إن ابن عمر كان لا يفرسخ بينهما ولا يمس إحداهما الأخرىٰ وقال بين ذلك"

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ قدموں کو کشادہ نہیں رکھتے تھے اور نہ ان میں سے ایک کو دوسرے سے مس کرتے تھے، فرمایا کہ ان کے درمیانی شکل ہوتی تھی۔ **(مصنف عبد الرزاق: ۲/۲۶۴)**[18]

نیز، ابن جریج کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عطاء سے نماز میں دونوں قدموں کو ملانے کے بارے میں پوچھا تو فرمایا کہ:

"أما هكذا حتى تماس بينهما فلا، ولكن وسطاً بين ذلك"

اس طرح کہ دونوں قدم مس ہو جائیں، ایسا نہیں لیکن درمیانی صورت ہو۔ **(مصنف عبد الرزاق: ۲/۲۶۴)**[19]

حاصل یہ ہے کہ ان روایات میں قدموں کو زیادہ ملانے اور زیادہ کشادہ رکھنے کو خلافِ سنت کہا گیا ہے، لہذا معتدل طریقہ اختیار کرنا چاہیے، اور یہ بات چونکہ عموماً چار انگل سے یا کم و بیش سے حاصل ہو جاتی ہے، اس لیے اس کا ذکر فقہاء نے کیا ہے۔

---

[18] اس کی سند صحیح ہے۔ امام عبد الرزاق صنعانیؒ **(م ۲۱۱؁ھ)**، امام ابن جریجؒ **(م ۱۵۰؁ھ)**، امام نافع مولی ابن عمرؒ **(م ۱۱۷؁ھ)** وغیرہ مشہور ائمہ ثقات ہیں۔

[19] اس کی سند بھی صحیح ہے۔ امام عبد الرزاق الصنعانیؒ **(م ۲۱۱؁ھ)**، امام ابن جریجؒ **(م ۱۵۰؁ھ)**، امام عطاء بن ابی رباحؒ **(م ۱۱۴؁ھ)** وغیرہ مشہور ثقہ رواۃ ہیں۔

اس کی مثال ایسی ہے جیسے فقہاء کرام نے غسل کے تین فرائض بیان کئے ہیں، ایک کلی کرنا، دوسرے ناک میں پانی ڈالنا، اور تیسرے سارے بدن پر پانی بہانا، حالانکہ یہ تعبیر نہ قرآن میں آئی ہے اور نہ حدیث میں، مگر اس کے باوجود اس کو بے دلیل نہیں کہہ سکتے؛ کیونکہ یہ دراصل قرآن میں بیان کردہ حکم: ''**وإن كنتم جنباً فاطهروا**''۔ (**المائدة:٦**) کی ایک دوسری تعبیر ہے؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ غسل میں خوب اچھی طرح پاک ہو جاؤ، اور یہ پاکی اس طرح ہو گی کہ جہاں تک بدن میں پانی پہنچایا جاسکتا ہے وہاں تک پانی پہنچاؤ، لہذا فقہاء نے اندازہ لگایا اور فرمایا کہ تین فرض ہیں اور بعض نے اعضاء کو الگ الگ شمار اور فرائض کی تعداد اس سے زیادہ بتائی، یہ سب دراصل اسی حکم خداوندی کی مختلف تعبیرات ہیں، ان کو بے دلیل نہیں کہا جاسکتا۔

اسی طرح زیر بحث مسئلہ میں فقہاء کا یہ کہنا کہ چار انگل کا فاصلہ ہونا چاہیے، حدیث ہی کی ایک آسان تعبیر ہے اس کو بے دلیل کہنا، اسلوب بیان سے ناواقفیت ہے۔

اس سے بخوبی واضح ہو گیا کہ یہ بات بطریقِ عقل بھی اور بطریقِ نقل بھی ثابت ہے، بطریق نقل تو ابھی مذکور ہوا، رہا بطریقِ عقل تو اس کی طرف اشارہ ہو چکا ہے، جس کی تفصیل یہ ہے کہ اس طرح بلا تکلف کھڑے ہونے میں خشوع وخضوع جو کہ مقصود اعظم ہے، حاصل ہوتا ہے، اس کے خلاف کرنے میں خشوع وخضوع میں خلل ہوتا ہے۔

لہذا اس نظریۂ عقلی سے بھی اس کی تائید ہو گئی اور ساتھ ہی مؤلف کا بے بنیاد دعویٰ باطل ہو گیا۔ **واللہ أعلم وعلمه أتمّ** ۔[20]

---

[20] **نماز میں پاؤں زیادہ پھیلانے ٹخنے سے ٹخنہ ملانے کی مذمت:**

(۱) مشہور سلفی عالم شیخ محمد بن صالح العثیمینؒ (م ۱۴۲۱ھ) سے سوال کیا گیا:

سئل فضيلته: يوجد جماعة يفرجون بين أرجلهم في الصلاة قدر ذراع، فقال لهم أحد الجماعة لو تقربون أرجلكم حتى يكون بين الرجلين بسطة كف اليد لكان أحسن، فردوا عليه بقولهم: إنك راد للحق لأن فعلنا هذا قد أمر به الرسول صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، آمل منك جزاك الله خيراً أن توضح لنا هذه المسألة توضيحاً وافياً؟

فأجاب بقوله: التفريج بين الرجلين إذا كان يؤدي إلى فرجة في الصف، بحيث يكون ما بين الرجل وصاحبه منفتحاً من فوق فإنه مكروه لما يلزم عليه من مخالفة أمر النبي صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ بالتراص؛ ولأنه يفتح فرجة تدخل منها الشياطين.

وكان بعض الناس يفعله أخذاً مما رواه البخاري عن أنس بن مالك - رضي الله عنه - أنه قال: "وكان أحدنا يلزق منكبه بمنكب صاحبه وقدمه بقدمه"، وهذا معناه: تحقيق المحاذاة والمراصة، والإنسان إذا فرج بين قدميه بمقدار ذراع سوف ينفتح ما بين المنكبين مع صاحبه، فيكون الفاعل مخالفاً لما ذكره أنس - رضي الله عنه - عن فعل الصحابة رضي الله عنهم.

وأما قول من يفرج: إن هذا قد أمر به النبي صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ، فالنبي صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ إنما أمر بالمحاذاة فقال: "أقيموا الصفوف، وحاذوا بين المناكب، وسدوا الخلل، ولا تذروا فرجات الشيطان، ومن وصل صفاً وصله الله، ومن قطع صفاً قطعه الله". ولم يقل: "فرجوا بين أرجلكم"، ولم يقل: "ألزقوا المنكب بالمنكب والقدم بالقدم"، ولكن الصحابة - رضي الله عنهم - كانوا يفعلونه تحقيقاً للمحاذاة ولكن إذا لزم من إلزاق الكعب بالكعب انفراج ما بين المنكبين صار وقوعاً فيما نهى عنه النبي صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ من فرج الشيطان.

وأما قول أحد الجماعة خلوا بين أرجلكم بسطة كف فلا أعلم له أصلاً من السنة، والله أعلم.

شیخ سے پوچھا گیا: ایک جماعت ہے جو نماز میں اپنے پیروں کے درمیان آدھے گز (تقریباً ڈیڑھ فٹ) کا فاصلہ رکھتی ہے، تو ان سے جماعت میں سے ایک شخص نے کہا: اگر تم پیروں کو قریب کرلو، یہاں تک کہ دونوں پیروں کے درمیان ہتھیلی جتنا فاصلہ رہے تو زیادہ اچھا ہوگا، تو انہوں نے اسے یہ کہہ کر جواب دیا کہ: تم حق بات کو رد کر رہے ہو، اس لئے کہ ہم جو کر رہے ہیں اس کا حکم خود جناب رسول اللہ ﷺ نے دیا ہے، میں آپ سے امید کرتا ہوں کہ اس مسئلہ کی مکمل وضاحت فرمادیں گے، اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

شیخ نے جواب میں کہا: دونوں پیروں کے درمیان جگہ چھوڑنا اگر صف میں جگہ خالی رہنے کا سبب بنے، اس طور پر کہ وہ شخص اپنے بازو والے سے اوپر سے (یعنی پیر تو جڑا ہو مگر دونوں کے کندھوں کے درمیان فاصلہ ہو) تو یہ مکروہ ہے، اس لئے کہ اس کی وجہ سے نبی اکرم ﷺ کے حکم " ایک دوسرے سے مل کر کھڑے رہو " کی مخالفت لازم آتی ہے، اس لئے کہ وہ ایسی کشادگی پیدا کر رہا ہے جس میں شیاطین داخل ہوتے ہیں۔

بعض لوگ امام بخاریؒ کی روایت کردہ حضرت انسؓ کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ ہم ایک دوسرے کے کندھے سے کندھا اور پیر سے پیر ملاتے تھے، اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ایک دوسرے کے برابر اور مل مل کر کھڑے رہنے کا اہتمام کرنا ہے، جب انسان دونوں پیروں کے درمیان آدھے گز کا فاصلہ رکھے گا تو ہو سکتا ہے کہ دونوں کندھوں کے درمیان جگہ خالی رہے، تو ایسا کرنے والا، حضرت انسؓ کے بیان کردہ عمل صحابہؓ کی خود مخالفت کرنے والا ہوگا۔

جو لوگ پیر چوڑے کرتے ہیں، ان کا یہ کہنا کہ نبی ﷺ نے اس کا حکم دیا ہے، تو نبی ﷺ نے تو ایک دوسرے کے برابر میں کھڑے ہونے کا حکم فرمایا ہے، آپ نے ارشاد فرمایا: صفوں کو ٹھیک کرو، کندھوں کو ایک دوسرے کے برابر رکھو، خالی جگہوں کو پر کرو، شیطان کیلئے خالی جگہ نہ چھوڑو، جو صف کو جوڑے کا اللہ اس سے جوڑے گا، اور جو صف کو توڑے گا اللہ اس سے توڑے گا، آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ: اپنے پیرون کے درمیان کشادگی رکھو، اور نہ آپ نے یہ فرمایا کہ کندھے سے کندھا اور قدم سے قدم ملاؤ، لیکن برابری کے اہتمام میں صحابہؓ ایسا کرتے تھے، لیکن جب ٹخنے سے ٹخنے کو ملانے کی وجہ سے دونوں کندھوں کے درمیان جگہ پیدا ہو جائے تو وہ اس چیز میں پڑھ جائے گا جس سے نبی اکرم ﷺ نے منع کیا ہے، یعنی شیطان کیلئے خالی جگہ چھوڑنا۔

اور جماعت میں سے ایک صاحب کا یہ کہنا دونوں پیروں کے درمیان ہتھیلی کے برابر جگہ چھوڑو، تو سنت میں مجھے اس کی کوئی دلیل نہیں معلوم۔ واللہ اعلم)۔(**مجموع فتاوی ورسائل فضيلة الشيخ محمد بن صالح العثيمين : ج ۱۳: ص ۲۸-۲۹)**

ایک اور مقام پر شیخ نے "**کعبه بکعب**" کی حدیث کے بارے میں کہا: "**ليس يدل على أنك تفتح القدمين حتى تلصقها بكعب أخيك**"(یہ اس پر دلالت نہیں کرتا کہ آپ دونوں پیروں کو کھولیں تاکہ اپنے ساتھی کے ٹخنے سے چپکا دیں)۔(**تعليقات ابن عثيمين على الكافي لابن قدامة: ج ۲: ص ۱۹)**

(۲) ایک اور مشہور سلفی، امام عبد العزیز بن عبد اللہ بن بازؒ (م ۱۴۲۰ھ) سے پوچھا گیا:

مسألة في حكم المبالغة في التفريج بين القدمين۔

س: نلاحظ أن بعض الناس يبالغ في الفتحة ما بين القدمين حتى إنه يؤذي من بجانبه۔

ج: ينبغي لكل مصل ألا يؤذي جاره، وأن يحرص على سد الخلل من دون إيذاء، كل واحد يطلب من أخيه أن يقرب حتى يلزق قدمه بقدمه بدون محاكة ولا إيذاء، المقصود سد الخلل، فلا يفشج ويباعد بين رجليه ويؤذي جيرانه، ولا يمتنع الجيران من القرب منه، بل كل واحد يقرب من أخيه ويسد الخلل، كما أمر بهذا النبي عليه الصلاة والسلام، فإنه قال: سدوا الفرج، وقال أنس رضي الله عنه: «كان أحدنا يلصق قدمه بقدم صاحبه فينبغي لك يا عبد الله أن تلاحظ سد الخلل وسد الفرج من دون أن تؤذي جيرانك بالفشج، وهو كذلك جارك يحرص على أن يستقيم في وقفته وفي موضع قدميه؛ حتى يأخذ سد الخلل من دون الإيذاء من كل واحد لجاره۔

دونوں پیر پھیلانے میں مبالغہ کرنے کا بیان:

سوال: ہم دیکھتے ہیں کہ بعض لوگ دونوں پیر کھولنے میں مبالغہ کرتے ہیں یہاں تک کہ اپنے پڑوسی کو تکلیف دیتے ہیں۔

جواب: ہر مصلی کیلئے یہ ضروری ہے کہ اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ پہنچائے، اور تکلیف دیئے بغیر خالی جگہ کو پر کرنے کا اہتمام کرے، ہر شخص اپنے بھائی سے کہے کہ وہ اس سے قریب ہو تاکہ بغیر چپکے اور ایذا کے دونوں کے پیر مل جائیں، مقصود خلل کو پر کرنا ہے،

جیسا کہ نبی ﷺ نے اس کا حکم فرمایا ہے، آپ نے ارشاد فرمایا: خالی جگہوں کو پر کرو، اور انسؓ فرماتے ہیں: ہم میں سے ایک دوسرے کے پیر سے پیر ملاتا تھا، اللہ کے بندے! مناسب یہ ہے کہ پیر چوڑا کر کے اپنے پڑوسی کو تکلیف پہنچائے بغیر خلل کو بند کرنے اور خالی جگہ کو پر کرنے کا اہتمام کیا جائے، اسی طرح آپ کا پڑوسی بھی ٹھیک سے کھڑے ہونے اور صحیح طریقہ سے پیر رکھنے کا خیال رکھے، تاکہ پڑوسی کو تکلیف پہنچائے بغیر خالی جگہیں پر ہو جائے)۔**(فتاوی نور علی الدرب: ج۱۲: ص۲۳۵)**

(۳) اسی طرح جامع ازھر کے مفتی عطیہ سقر نے کہا: **قیام میں دونوں قدموں کے درمیان بہت فاصلہ کرنا عرفاً قبیح اور بُرا ہے۔ آگے مفتی صاحب نے اس کو مکروہ قرار دیا ہے۔** مفتی صاحب کے الفاظ یہ ہیں:

"التفريج بين الأقدام بمسافة كبيرة تتفاحش عرفا كما يقول المالكية والحنابلة، وتزيد على الشبر كما يقول الشافعية وعلى الأصابع الأربعة كما يقول الحنفية، وذلك مكروه"۔ (فتاوى دار الإفتاء المصرية: ج ۹: ص ۸۶، احسن الكلام فی الفتاوی والاحکام المعروف فتاوی مفتی عطیہ صقر: ج۳: ص۳۲۳)

(۴) نیز مشہور سعودی دار الافتاء میں کئی سلفی اور کبار سعودی علماء، مثلاً شیخ صالح بن فوزان،

(۵) شیخ عبد العزیز بن عبد اللہ بن محمد آل الشیخ،

(۶) شیخ عبد اللہ بن غدیان،

(۷) شیخ ابو زید بکر وغیرہ نے بھی کہا: " **لا تفريجا كثيرا بين رجليه بل يكون معتدلا** " **دونوں قدموں کے درمیان بہت فاصلہ نہیں کرنا چاہئے،** بلکہ ان کو معتدل حالت میں رکھنا چاہئے۔**(فتاوى اللجنة الدائمة- المجموعة الثانية-: ج۵: ص۳۵۷)**

(۸) ایک اور سعودی سلفی عالم شیخ عبد اللہ بن عبد الرحمٰن بن جبرین کہتے ہیں: "**أيضاً نلاحظ أن بعضهم يُفرج بين قدميه إذا قام فيترك بين قدميه نحو ذراع أو أكثر، فيكون بذلك متسبباً في وجود فرجة بينه وبين الآخر، فيكون هناك تفريج كبير بين الأقدام، وقصده من ذلك العمل بظاهر الحديث، وهو إلصاق الكعب بالكعب، فنقول: لا يلزم الالتماس، ولكن التقارب هو المطلوب فقط، فإذا حصل التقارب لم يحصل هذا التفرق، ولا الفرج ولا الاختلال**"۔

نیز ہم دیکھتے ہیں کہ **بعض لوگ جب نماز کیلئے کھڑے ہوتے ہیں تو اپنے پیروں کے درمیان فاصلہ رکھتے ہیں، یہاں تک کہ دونوں پیروں کے درمیان آدھا گز یا اس سے بھی زیادہ کا فاصلہ رکھتے ہیں، اس کی وجہ سے وہ اپنے اور دوسرے کے درمیان خالی جگہ کا سبب بنتا ہے، پس پیروں کے درمیان بہت زیادہ فاصلہ ہوتا ہے، اور اس کا مقصد ظاہر حدیث پر عمل کرنا ہوتا ہے، اور وہ (ظاہر حدیث) ٹخنے سے ٹخنے کو چپکانا ہے، ہمارا کہنا ہے کہ ایک دوسرے سے مس کرنا لازم نہیں ہے، بلکہ بس ایک دوسرے کے قریب**

ہونا ہی مطلوب ہے، لہذا جب دونوں (کے پیر) ایک دوسرے کے قریب ہوجائیں تو نہ تفرقہ رکھے گا، نہ خالی جگہ، نہ خلل۔

(شرح عمدۃ الاحکام لابن جبرین: ج۱۲: ص۶)

(۹) شیخ عبد الکریم الخضیر سعودی، سلفی عالم حدیث "**کعبہ بکعب**" کے بارے میں کہتے ہیں کہ "**ليس معنى هذا أنه إذا كان بينك وبين أخيك فرجة أو خلل أن تمد رجلك وهو يمد رجله إلى أن يصل بعضكم إلى بعض، ما هو بالحل في سد الخلل وسد هذه الفرج أن الإنسان يمد رجليه ويباعد ما بينهما حتى يصل إلى رجل أخيه لا؛ لأنه إذا حصلت المحاذاة بالأقدام في هذه الصورة لم تحصل المحاذاة بالمناكب، والمطلوب المحاذاة بالمناكب والأقدام، فالإنسان عليه أن يأخذ من الصف بقدر جسمه لتتم المحاذاة، وإلا إذا فحج بين رجليه ومد وباعد ما بينهما الفرج موجودة، ولا يتم امتثال المحاذاة محاذاة الرجلين فقط، بل لا بد أن تكون المحاذاة بالأقدام وبالمناكب أيضاً، وبعض الناس يحرص على تطبيق السنة ويؤذي الناس برجليه، وبعض الناس لا يحتمل مثل هذه التصرفات، بعضهم يصير حساس، قد يترك الصلاة إذا مست رجله، بعض الناس حساس، فالإنسان يختبر جاره إذا كان يترتب على تطبيق هذه السنة محظور أعظم يترك هذا، يترك بينه وبينه فرجة يسيرة جداً بحيث لا تكون خلل في الصف، ولا يؤثر على صلاة أخيه، ولا شك أن الالتصاق بين الصفوف والتراص أمر مطلوب، لكن بحيث لا يترتب عليه أثر أشد منه**"۔

اس کا معنی یہ نہیں ہے کہ جب تمہارے اور بغل والے کے درمیان فاصلہ یا خلل ہو تو تم بھی پیر چوڑے کرو، اور وہ بھی پیر چوڑے کرے، یہاں تک کہ تم ایک دوسرے سے مل جاؤ، تو خالی جگہ کو پر کرنے کا یہ حل نہیں ہے کہ انسان اپنے پیر پھیلائے اور انہیں چوڑا کرے تاکہ دوسرے کے پیر تک پہنچ جائے، یہ حل نہیں ہے، اس لئے کہ اس صورت میں اگر پیر ایک دوسرے کے برابر ہو بھی جائیں تک بھی کندھوں کے درمیان برابری نہیں ہوگی، حالانکہ مطلوب یہ ہے کہ پیر اور کندھے دونوں میں محاذات وبرابری ہو، پس انسان کو اپنے جسم کے بقدر جگہ میں کھڑے ہونا چاہیے تاکہ پوری طرح ایک دوسرے کے برابر ہوں، ورنہ پیروں کو پھیلائے گا، چوڑے کرے گا، ان کے درمیان خالی جگہ موجود ہوگی تو برابری کے حکم پر عمل نہ ہوگا، (اس میں) صرف پیروں کا محاذات ہو رہا ہے، حالانکہ پیر اور کندھے دونوں کی برابری ضروری ہے، بعض لوگ سنت پر عمل کرنے کی چاہت میں اپنے پیروں سے لوگوں کو تکلیف پہنچاتے ہیں، حالانکہ بعض لوگ اس طرح کی حرکتوں کو برداشت نہیں کرتے، بعض لوگ حساس مزاج کے ہوتے ہیں، اگر ان پیر سے مس ہوگا تو ہوسکتا ہے وہ نماز ہی کو چھوڑ دے، بعض لوگ حساس ہوتے ہیں، پس انسان اپنے پڑوسی کو دیکھ لے، اگر اس سنت پر عمل کرنے کی وجہ سے کوئی بڑا مسئلہ پیش آرہا ہے تو اسے چھوڑ دے، اور اپنے اور اپنے پڑوسی کے پیر کے درمیان ہلکا سا فاصلہ رکھے، اس طور پر کہ صف میں خلل نہ ہو اور نہ اپنے بھائی کی نماز پر اثر انداز ہو، بے شک صفوں میں جوڑ اور مل کر کھڑے رہنا مطلوب چیز ہے، مگر جبکہ اس پر کوئی بڑا مسئلہ مرتب نہ ہوتا ہو۔

(شرح موطا للخضیر: ج۲۵: ص۱۷)

(۱۰) غیر مقلد، اہل حدیث مبلغ، ابو زید ضمیر صاحب کہتے ہیں:

"دوسری بات یہ کہ دونوں پاؤں نماز میں، دونوں پاؤں پھیلانا یہ کوئی نیکی نہیں ہے، بلکہ یہ خلافِ اصل ہے، حدیث میں کیا ہے، اللہ کے نبی ﷺ کیا فرماتے؟ **"استووا"** آج بھی آپ دیکھیں ائمہ، بہت سارے علماء کہتے ہیں: **"استووا"** ٹھیک ٹھیک کھڑے رہو، **"واعتدلوا"** اعتدال کے ساتھ کھڑے رہو، بیلنس کھڑے رہو، یہ نہیں کہ پاؤں پھیلا کے آدمی کھڑے رہ رہا، بے چارہ ایک آدمی ثواب مل جاتا، پہلی صف میں وہ بھی آجاتا، اس کی بھی جگہ پر قبضہ کرکے پاؤں پھیلا کے ٹھہرا ہے، کیا ضرورت ہے اس کو، قبضہ کرنے آیا مسجد میں، گھر میں جگہ نہیں تیرے، کیوں آرہا یہاں پہ، تو اس طرح سے پاؤں پھیلا کے ٹھہرنا، کندھوں کے ملنے میں رکاوٹ ہے، کندھے ملنا چاہیے کہ نہیں؟ کندھے ہی ملنا چاہیے، اب پاؤں پھیلاؤ گے تو رکوع میں کیسے جاؤ گے، ویسے ہی؟ رکوع میں بیلنس نہیں رہ جائے گا آپ کا، لوگ کیا کرتے ہیں، رکوع میں پاؤں سمیٹ لیتے ہیں، پھر صف سے قدم نہیں مل رہے ہیں آپ کے، تو آپ ایسا کچھ مت کرو جو ہماری دعوت کیلئے تنقید کا ذریعہ بنے، وہی کام کرو جو ثابت ہے، بہت سے لوگ آتے ہیں، بہت سے لوگ تنقید کرتے ہیں، دیوبندی ہیں یا دوسری مسجدوں میں جو ہمارے بھائی جاتے ہیں وہ لوگ دیکھتے ہیں، یہ آئے ایک دم پاؤں پھیلائے، ہاتھ ایسا، سر بھی ایسا، وہ لوگ خود کہتے ہیں کہ ایسا لگتا ہے کہ یہ نماز پڑھنے کیلئے نہیں کشتی لڑنے کیلئے آئے ہیں، اور واقعی لگتا بھی ایسا ہی ہے دیکھ کے اس کو، ایک دم تکبر کے ساتھ، پاؤں پھیلا کے، ہے کوئی تمہاری مسجد میں بتاؤ، تو ایسا نہیں کرنا چاہیے، ہم ادب سے ٹھہریں، اللہ کے سامنے کھڑا ہے بھائی، ڈرے وہ کہ میں کس کے سامنے کھڑا ہوں، اللہ رب العالمین کے سامنے کھڑا ہوں، وہ ان کی ٹکر میں کھڑا رہتا ہے، ہے کوئی رفع الیدین کو روکنے والا، تو ایسا نہیں ہونا چاہیے، ہم اللہ کیلئے نماز پڑھ رہے ہیں، کسی کی ضد سے نہیں پڑھ رہے ہیں"۔

دیکھئے ان کا ویڈیو:

https://youtu.be/OBgZELJKFM8

(۱۱) اہلحدیث حضرات کے مجتہد العصر مولانا عبد اللہ روپڑی صاحب لکھتے ہیں بعض لوگ قدم زیادہ چوڑے کرکے کھڑے ہوتے ہیں جس سے کندھے نہیں ملتے وہ غلطی کرتے ہیں، کیونکہ اس حدیث میں جیسے قدم ملانے کا ذکر ہے کندھے ملانے کا بھی ذکر ہے۔ **(فتاویٰ علماء حدیث: ج۱: ص۲۱)**

معلوم ہوا کہ خود سلفی واہلحدیث علماء نماز میں پیر زیادہ پھیلانے اور ٹخنے سے ٹخنے کو ملانے کی مذمت کرتے ہوئے اس سے منع کر چکے ہیں، لہذا قرآن وحدیث کو اسلاف کے فہم سے سمجھنے کا دعوی کرنے والوں سے گزارش ہے کہ وہ حدیث "**کعبہ بکعب**" کے تحت